International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp: 980 - 993

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

فقہی نظریات کی جدید تفہیم: ابن عاشور کی اجتہادی بصیرت کا تجزیہ

Modern Interpretation of Jurisprudential Theories: An Analysis of Ibn Ashur's Ijtihadi Insights

Muhammad Yaqoob
M Phil scholar, Department of Islamic Studies, Ghazi university, D.G. Khan
Umer Majeed
Lecturer, Department Islamic Studies, University of Lahore, Lahore
Ayesha Fatima Shezadi
M Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Ghazi university, D.G. Khan

Abstract

This study explores the contemporary understanding and interpretation of jurisprudential theories through the lens of Ibn Ashur's perspectives. Ibn Ashur, a prominent 20th-century Islamic scholar, is renowned for his contributions to the modern interpretation of Islamic jurisprudence, particularly through his work *Al-Tahrir wa al-Tanwir*. This research provides an in-depth analysis of Ibn Ashur's theories, focusing on his approach to reconciling traditional Islamic legal principles with contemporary issues. It examines how Ibn Ashur's thought addresses key aspects such as the adaptability of Shariah to modern contexts, the principles of social justice, and the application of legal maxims in contemporary settings. By reviewing Ibn Ashur's methodologies and interpretations, this study aims to elucidate how his theories contribute to the evolving understanding of Islamic law and its practical implications in today's world. The analysis highlights Ibn Ashur's impact on modern jurisprudence and his efforts to make Islamic legal thought relevant and applicable in the current era.

Keywords: Ibn Ashur, contemporary jurisprudence, Islamic legal theory, Al-Tahrir wa al-Tanwir, modern interpretation, Shariah adaptability, social justice.

تعارف موضوع

اسلام ایک عالمگیر اور ابدی دین ہے جس میں اتنا تنوع اور لچک ہے کہ ہر تغیرات و موجودات کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اور ہر وجود میں آنے والی نئی چیز کا حکم اور حیثیت بیان کرتا ہے۔ تقریباً دو صدیوں سے دنیا کی زمام اقتدار کفار کے ہاتھ میں ہے۔

CC BY

مسلم و غیر مسلم ہر جگہ مغرب کا تراشیدہ نظام حکومت رائج ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں مغرب سے درآمد کنندہ قوانین نافذ العمل ہیں۔ مزید بر آں سترہویں صدی سے ہونے والے سائنسی و صنعتی انقلاب نے نت نئے مسائل سے دوچار کیا ہے۔ ان حالات میں معاصر مجتہدین نے نت نئی ایجادات، اخلاقی انحطاط، سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات میں تغیر، عرف و احوال اور ظروف میں تبدیلی کے باعث جلب منفعت اور دفع حرج کے اصول کے تحت مقاصد شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے گنجائش پیدا کی ہے اور نئی راہیں تلاش کی ہیں۔ یہ رجحان بلاد مغرب عربیہ میں زیادہ نمایاں ہوا۔ اس ضمن میں معاصر علماء کا علم مقاصد شرعیہ پر ایک وسیع لٹریچر ہمارے سامنے آتا ہے۔ بلاد عرب میں علامہ شاطبیؒ کے بعد معاصر علماء میں سے جس شخصیت نے علم مقاصد شریعت بطور تعلیل بالحکم کو موضوع بحث بنایا وہ علامہ طاہر بن عاشورؒ ہیں۔ فصل ہذا میں علامہ ابن عاشورؒ کا مختصر تعارف اور اسلوب مقاصدی پیش کیا جاتا ہے۔

نام ونسب و پیدائش

آپؒ کا نام محمد طاہر بن محمد طاہر بن محمد بن محمد الشاذلی ابن عبد القادر بن محمد بن عاشور ہے۔ آپؒ کی والدہ شیخ وزیر محمد عزیز بوعتور کی بیٹی تھیں، بلند علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کے خاندان نے امریکہ کی ہسپانیہ کو نو آبادیاتی کالونی بنانے کے بعد اندلس سے مراکش کے شہر "سلا" کی طرف ہجرت کی پھر بعد میں تیونس میں قیام پذیر ہوا۔ آپؒ کی پیدائش جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں مرسی جو تیونس کی نواحی بستیوں میں سے ایک بستی ہے میں ہوئی۔[1]

حصول علم

آپؒ نے چھ برس کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ شروع کیا۔ چودہ برس کی عمر میں جامعہ زیتونیہ میں داخل ہوئے جہاں صَرف و نحو میں "الفیہ ابن مالک" اور دیگر شروحات پڑھیں۔ بلاغت میں "رسالہ سمرقندی" اور "شرح تفتازانی" کی تعلیم حاصل کی۔ منطق میں "سلم" پڑھی۔ فقہ میں "کتاب اقرب المسالک الی مذھب مالک"، "تحفۃ الحکام" اور دیگر شروحات کی تعلیمات حاصل کیں۔ اصول فقہ میں "شرح ابن الحطاب"، "تنقیح الفصول فی الأصول" اور "شرح جلال الدین المحلی" وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ مزید بر آں آپؒ مختلف مدارس اور مکاتب کی لجنات کے ممبر بھی رہے، محکمہ اوقاف کے ممبر مقرر ہوئے۔ تیونس میں مالکی مکتبہ فکر کے قاضی اور مفتی بھی رہے، جامعہ زیتونیہ میں شعبہ علوم اسلامیہ کے ڈین بھی مقرر ہوئے۔[2]

شیوخ

آپؒ نے جامعہ زیتونیہ کے متعدد شیوخ سے کسب فیض کیا تاہم مشہور اساتذہ میں شیخ عبد القادر تمیمیؒ، شیخ عمر بن عاشورؒ، شیخ محمد صالح شریفؒ، شیخ محمد نخلیؒ، شیخ احمد جمال الدینؒ، شیخ محمد عربیؒ اور شیخ محمد نجار شریفؒ وغیرہ کے نام شامل ہیں۔[3]

تلامذہ

آپؒ سے کثیر تعداد میں طلباء نے علم حاصل کیا تاہم مشہور تلامذہ میں عبدالحمید بن بادیس الجزائریؒ، محمد صادق شطیؒ، محمد فاضل ابن عاشورؒ، أبوالحسن بن شعبانؒ، محمد بن خلیفہ مدنیؒ اور محمد بن خوجہؒ کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔[4]

کتب

آپؒ نے تفسیر، حدیث، فقہ واصول، مقاصد شریعت، ادب، تاریخ وسیرت اور دیگر علوم پر بے شمار کتب تحریر کیں جن کی تعداد چالیس سے زائد ہے تاہم مشہور کتب درج ذیل ہیں۔

i. التحرير والتنوير
ii. مقالات فی السيرة والشمائل
iii. تحقيق رواية الفربری لصحيح مسلم
iv. حاشية التوضيح والتصحيح لمشكلات كتاب التنقيح
v. اصول الانشاء والخطابة
vi. موجز البلاغة
vii. مقاصد الشريعة الاسلامية
viii. اصول النظام الاجتماعی فی الاسلام
ix. الوقف وآثاره فی الاسلام
x. ديوان بشار بن برد [5]

وفات

آپؒ کی وفات تیونس کے نواحی علاقہ مرسی میں 94 برس کی عمر میں بروز ہفتہ ۱۳ رجب 1394ھ کو ہوئی اور شہر تیونس کے مقبرہ زلاج میں مدفون ہوئے۔[6]

منہج مقاصدی

متقدمین فقہاء کرام نے فقہ واصول فقہ، تصوف وتربیت، علم الکلام اور تفسیری کتب میں علم مقاصد شرعیہ پر جزوی ابحاث کیں۔ امام شاطبیؒ نے سب سے پہلے اپنی کتاب الموافقات میں "کتاب المقاصد" کے عنوان سے باب قائم کیا۔ تاہم علامہ طاہر بن عاشورؒ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے علم مقاصد شرعیہ پر سب سے پہلے مستقل طور پر "مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ" کے عنوان سے کتاب تحریر کی۔ آپؒ نے نا صرف علامہ شاطبیؒ کے کام کو مرتب کیا بلکہ اپنے غور وفکر اور تحقیق سے اس موضوع پر نئے اضافے اور نظریات بھی پیش کیے۔ آپؒ نے کتاب ہذا کو بنیادی طور پر درج ذیل تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

i. القسم الأول: فی اثبات مقاصد الشريعة واحتياج الفقيه الى معرفتها وطرق اثباتها ومراتبها
ii. القسم الثانی: فی المقاصد العامة من التشريع
iii. القسم الثالث: فی المقاصد الخاصة بأنواع المعاملات[7]

القسم الاول

علامہ طاہر بن عاشورؒ نے قسم اول کا آغاز "احتیاج الفقیہ الی معرفة مقاصد الشریعة" کی بحث کے ساتھ کیا ہے اور مجتہدین کے شرعی احکام کی فقاہت میں تصرف کی پانچ اطراف بیان کی ہیں۔

i. احکام شرعیہ سے متعلق مختلف اقوال اور ان کے لغوی و شرعی مدلدلات کو سمجھنا۔
ii. معارض دلائل کی پہچان کرنا اور ان میں جمع و تطبیق اور ترجیح کی پہچان کرنا۔
iii. غیر منصوص چیز کے حکم کو منصوص چیز کے حکم پر قیاس کرنا۔
iv. نئے پیش آمدہ مسئلہ و حادثہ جو غیر منصوص ہے اور جس کی کوئی نظیر بھی نہیں ملتی اس پر حکم لگانا۔
v. بعض احکام شرعیہ جن کے علل و حکم کی معرفت مشکل ہے جیسکہ تعبدی معاملات۔

علامہ طاہر بن عاشورؒ کے نزدیک ان پانچوں جہات میں مجتہد کو مقاصد شرعیہ کی معرفت کی انتہائی ضرورت ہے اور ان کی معرفت کے بغیر اجتہاد ممکن نہیں۔[8]

پھر آپؒ نے مقاصد شرعیہ کے اثبات کے درج ذیل تین طرق بیان کیے ہیں:

i. استقرا شریعت سے مقاصد کی پہچان
ii. قرآن مجید کے واضح الدلالت دلائل سے مقاصد کی پہچان
iii. سنت متواترہ سے مقاصد کی پہچان[9]

پھر آپؒ نے سلف کے اجتہادی منہج کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے اجتہادات میں مقاصد شریعت کی طرف رجوع کیا اور ان کا لحاظ رکھا۔ اس ضمن میں آپؒ نے صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور فقہاء اربعہ کے اجتہادات کی چند مثالیں بھی بیان کی ہیں۔ آپؒ کے نزدیک ادلہ شرعیہ کے ظاہری الفاظ مقاصد شرعیہ کی تفہیم کے لیے کافی نہیں ہیں جب تک ان کا سیاق نہ سمجھا۔ مجتہد کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ شارع کے اقوال و اعمال اور تصرفات میں تمیز کر سکے کہ کونسے افعال عمومی، تبلیغی نوعیت کے ہیں۔ اور کونسے تصرفات خصوصی نوعیت یعنی بطور امام اور قاضی کے ہیں۔ اس ضمن میں علامہؒ نے عہد نبوی ﷺ کی مختلف مثالیں بھی بیان کی ہیں۔

پھر آپؒ نے مقاصد شرعیہ کے دو مراتب قطعیہ اور ظنیہ بیان کیے ہیں۔ مقاصد قطعیہ کی مثال شریعت کا عمومی مقصد تیسیر ہے جو کہ قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ ہے۔ جبکہ ظنیہ کی مثال قاعدہ "لاضرر ولاضرار" ہے جو کہ سنت غیر متواترہ سے مستنبط شدہ ہے۔[10]

قسم اول کے آخر میں آپؒ نے احکام شرعیہ کی تعلیل وعدم تعلیل پر بحث کی ہے۔ آپؒ کے نزدیک احکام شرعیہ کی تین اقسام ہیں:

i. احکام شرعیہ معلولہ۔ جن کی علت پر کوئی نص وارد ہوئی ہے

ii. احکام شرعیہ تعبدیہ۔ جن کی حکمت وعلت کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

iii. احکام شرعیہ جو ان دونوں کے مابین ہیں۔ جن کی علت خفی ہے اور اس کے لیے اجتہاد و استنباط کی ضرورت ہے۔[11]

آپؒ کے نزدیک شریعت کے تمام احکام مقاصد الشارع پر مبنی ہیں جن کو حکمت، مصلحت اور منفعت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ علماء پر واجب ہے کہ وہ ان شرعی احکام کے علل وحکم اور ظاہری وخفی مقاصد کو پہچانیں۔ اور جو احکام تعبدیہ ہیں ان کا معاملات مالیہ اور جنائیہ کے ابواب سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ ان ابواب میں تعبدیت کا معنی نہیں پایا جاتا۔[12]

القسم الثانی: فی مقاصد التشریع العامة

قسم ثانی کا آغاز علامہ طاہر بن عاشورؒ نے مقاصد عامہ کی تعریف سے کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"مقاصدالتشریع العامة هی المعانی والحکم الملحوظة للشارع فی جمیع اقوال التشریع او معظمها بحیث لاتختص ملاحظتها بالکون فی نوع خاص من احکام الشریعة۔" [13]

"شریعت کے عمومی مقاصد سے مراد وہ علل وحکم ہیں جو شارع کی جانب سے تمام یا اکثر احوال تشریع میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ بایں طور کہ احکام شریعت کی خاص نوع میں ہونے کی وجہ سے ان کا لحاظ نہیں رکھا گیا، بلکہ عام ابواب سے ان کا تعلق ہے۔"

پھر مقاصد شرعیہ میں معنی حقیقی پائے جائیں گے یا معنی عرفی۔ معنی حقیقی وہ ہے جس کا تحقق محض الفاظ سے اس طرح ہوتا ہے کہ عقول سلیمہ ان الفاظ کی مصلحت کے ساتھ ملائمت یا مفسدہ کے خلاف منافرت کو عادتاً پہچان لیتی ہیں۔ اور ان میں عمومی نفع یا ضرر پایا جاتا ہے جیسکہ عدل وانصاف عمومی طور پر نافع ہے اور ظلم وزیادتی نقصان دہ۔ اور معنی عرفی سے مراد وہ تجربات ہیں جنھوں نے جمہور نفوس کو گرویدہ بنایا۔ اور ان لوگوں نے اس تجربہ کو عمومی اصلاح کے لیے مستحسن قرار دیا۔

اس کے علاوہ آپؒ نے معنی وھمی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس کی بنیاد وھم اور خیال پر ہوتی ہے جیسکہ لوگ میت سے نفرت اور خوف زدہ ہوتے ہیں۔ معنی وھمی مقاصد شرعیہ کی بنیاد نہیں بن سکتے۔[14]

علامہ طاہر بن عاشورؒ کے نزدیک شریعت کے احکام و مقاصد کی بنیاد شریعت کے بنیادی وصف فطرت حنیف پر قائم ہے۔ جیسکہ نکاح وارضاع، تعاوض، آداب معاشرت اور باہمی تعاون سے متعلقہ معاملات جو کہ فطرت سے باہر نہیں۔[15]

پھر اس کے بعد آپؒ نے واضح کیا ہے کہ شریعت کا سب سے بڑا عمومی مقصد نرمی ہے۔ اور نرمی سے مراد کسی معاملہ کو تنگی اور تساہل کے مابین متعدل طریقے پر آسان اور سہل بنانا ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔[16] اس ضمن میں آپؒ نے متعدد نصوص کو بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ مزید بر آں آپؒ نے نظام اُمت کی حفاظت و اصلاح اور اس کو فساد سے دور رکھنے کو بھی عمومی مقصد قرار دیا ہے۔ جو کہ انسانوں کی اصلاح اور ان سے فساد کو دور رکھنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان اس عالم کے نگہبان ہیں اور ان کی اصلاح میں عالم کی اصلاح و دُرستگی ہے۔[17]

مصلحت و مفسدہ کا مفہوم

علامہ طاہر بن عاشورؒ مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کو شریعت کا بنیادی مقصد قرار دیتے ہیں۔ پھر مصلحت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> **"بأنها وصف للفعل يحصل به الصلاح اى النفع منه دائما أو غالبا للجمهور او للآحاد۔"[18]**
>
> "مصلحت سے مراد کسی فعل کا وہ وصف جس سے اصلاح و دُرستگی حاصل ہو، یعنی اس سے دائمی یا غالب طور پر جمہور یا چند افراد کو نفع حاصل ہو۔"

پھر مفسدہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> **"وأما المفسدة فهى ما قابل المصلحة وهى وصف للفعل يحصل به الفساد اى الضر دائما او غالبا للجمهور او للآحاد۔"[19]**
>
> "اور مفسدہ سے مراد وہ جو مصلحت کے مقابل ہو اور وہ کسی فعل کا وہ وصف جس سے فساد حاصل ہوتا ہے یعنی اس سے دائمی یا غالب طور پر جمہور یا چند افراد کو ضرر پہنچے۔"

مصالح کی تقسیمات

علامہ طاہر بن عاشورؒ نے مختلف اعتبارات سے مصالح کی مختلف تقاسیم بیان کی ہیں۔ چنانچہ مکلف کے حظ اور عدم حظ کے اعتبار سے مصالح کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **"المصلحة بانوا عها تنقسم قسمين احدها مايكون فيه حظ ظاهر للناس فى الجبلة--- والثانى ماليس فيه حظ ظاهر لهم---- مثال القسم الاول: تناول الاطعمة لاقامة الحياة ولبس الثياب وقربان النساء ومثال الثانى: توسيع الطرقات وتسويتها وإقامة الحرس بالليل۔"[20]**

"مصلحت کو انواع سمیت دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ان میں سے ایک قسم وہ ہے جس میں ظاہری طور پر لوگوں کے لیے ان کی طبیعت میں خوشی پائی جائے۔۔۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں ظاہری طور پر لوگوں کا کوئی حصہ نہ ہو۔۔۔ پہلی قسم کی مثال زندہ رہنے کے لیے کھانا کھانا، کپڑے پہننا اور عورتوں کے قریب جانا اور دوسری قسم کی مثال راستوں کو کشادہ اور برابر کرنا اور رات کو پہرہ دینا۔"

پھر قوت و تأثیر کے اعتبار سے مصالح کو تین اقسام ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ میں تقسیم کرتے ہیں [21] مصالح ضروریہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالمصالح الضرورية هى التى تكون الامة بمجموعها وآحادها فى ضرورة الى تحصيلها بحيث لا يستقيم النظام باختلالها۔"[22]

"مصالح ضروریہ سے مراد وہ مقاصد ہیں جن کا حصول اُمت کے لیے اجتماعی و انفرادی طور پر ضرورت کے درجہ میں ہو اور ان میں خلل واقع ہونے سے معاشرے کا نظام قائم نہ رہ سکے۔"

علامہ طاہر بن عاشورؒ نے مصالح ضروریہ کے ذیل میں ضروریات خمسہ کو کچھ اس ترتیب سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے دین، پھر نفس، پھر عقل پھر مال اور آخر میں نسب کی حفاظت کا درجہ ہے [23] پھر مقاصد ضروریہ میں سے ہر مقصد کے دو پہلو بیان کرتے ہیں، ایک کا تعلق فرد سے جبکہ دوسرے کا تعلق پوری اُمت سے ہے اور دوسرے تعلق کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

"ان حفظ هذه الكليات معناه حفظها بالنسبة لآحاد الامة وبالنسبة لِعموم الامة بالاولیٰ۔"[24]

"بے شک ان کلیاتِ خمسہ کی حفاظت دو پہلوؤں کے اعتبار سے ہے، ایک پہلو کا تعلق اُمت کے افراد سے ہے انفرادی طور پر جبکہ دوسرے پہلو کا تعلق پوری اُمت کے ساتھ ہے اور جو زیادہ اولیٰ ہے۔"

حفاظت دین کے انفرادی پہلو کے اعتبار سے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ عقائد و اعمال کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بچے جبکہ عمومی پہلو کے اعتبار سے اسلامی ریاست کی حفاظت جو کہ شعائر اللہ کے نفاذ کی ضامن ہے ہر شخص پر لازم ہے۔[25]

حفاظتِ نفس سے مراد ارواح کو انفرادی اور عمومی طور پر تلف ہونے سے بچانا جیسکہ ناحق قتل کے بدلے قصاص کو فرض کیا گیا، اسی طرح لوگوں کو امراض متعدی طاعون وغیرہ سے بچانا، اسی طرح جسم کے مختلف اطراف کو تلف ہونے سے بچانا وغیرہ۔[26]

حفاظت عقل سے مراد لوگوں کی عقول کو خلل وفساد سے بچانا، اس ضمن میں جہاں انفرادی طور پر لوگوں کے لیے مسکرات کو حرام کیا گیا تو وہاں عمومی اعتبار سے اُمت کو مسکرات یعنی چرس، افیون، مورفین، کوکین اور ہیروئن وغیرہ کو پھیلانے سے منع کیا گیا۔[27]

حفاظت مال کے پیش نظر جہاں انفرادی طور پر لوگوں کو مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا وہاں عمومی اعتبار سے اُمت کے اموال کو تلف کرنے اور بغیر عوض غیر مسلموں کے ہاتھ جانے سے بچانے کا حکم دیا گیا۔[28]

حفاظت نسل کی خاطر جہاں انفرادی طور پر زنا کے حرام ہونے کا حکم دیا گیا، حد مقرر کی گئی وہاں عمومی طور پر اُمت کے افراد کو خصی ہونے، کنوارے پن کے زائل ہونے کے خوف سے مباشرت ترک کرنے، رحم کے اعضاء کو کٹوانے، حمل گرانے اور ثدی کے کٹوانے سے منع کیا گیا۔"[29]

پھر مصالح حاجیہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"وهو ما تحتاج الامة إليه لاقتناء مصالحها وانتظام امورها على وجه حسن بحيث لولا مراعاته لما فسدالنظام ولكنه كان على حالة غير منتظمة فلذلک كان لايبلغ مرتبة الضروری۔"[30]

"مصالح حاجیہ سے مراد وہ مصالح ہیں جن کی اُمت اپنے مصالح کو پورا کرنے اور اپنے امور کو اچھے طریقے سے منظم کرنے میں محتاج ہو، بایں طور کہ اگر ان مصالح کا لحاظ نہ رکھا جائے تو نظام میں بگاڑ لازم آئے اور یہ فساد ضرورت کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔"

علامہ طاہر بن عاشورؒ نے عادات، معاملات، عبادات اور عقوبات سے متعلقہ وہ تمام امور جو ضرورت کے درجہ کو نہیں پہنچتے ان کو بطور امثلہ بیان کیا ہے۔

پھر مصالح تحسینیہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والمصالح التحسينية هی عندی ما كان بها كمال حال الامة فی نظامها حتی تعيش آمنة مطمئنة ولها بهجة منظر المجتمع فی مرأی بقية الأمم، حتی تكون الامة الاسلامية مرغوباً فی الاندماج فيها او فی التقرب منها۔"[31]

"مصالح تحسینیہ سے مراد میرے نزدیک وہ امور ہیں جن کو اختیار کرنے سے اُمت مسلمہ اپنے نظام میں اس درجہ کمال حاصل کر لے کہ وہ مطمئن اور پُر امن زندگی گزارے۔ اور بقیہ اقوام امت اسلامیہ میں مدغم ہونے یا اس کے قریب ہونے کی خواہش کریں۔"

پھر افراد کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے مصالح کو دو اقسام مصالح عامہ اور مصالح جزئیہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ مصالح عامہ کی امثلہ میں وطن کی حفاظت، مسلمانوں کو تفرقہ سے بچانا، دین کی حفاظت، حرمین شریفین کی حفاظت اور قرآن وسنت وغیرہ کو شمار کرتے ہیں جبکہ مصالح جزئیہ خاصہ کا تعلق معاملات کے باب سے ہے۔[32]

آپؒ مصالح کے تحقق کے اعتبار سے مصالح کو تین اقسام قطعیہ، ظنیہ اور وھمیہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ مصالح قطعیہ سے مراد وہ مصالح جو ادلہ قطعیہ سے ثابت ہوں جیسکہ کلیات خمسہ اور ارکان اسلام وغیرہ۔ مصالح ظنیہ سے مراد وہ مصالح ہیں جن کے ظنی ہونے کا عقل تقاضا کرے جیسکہ غصے کی حالت میں قاضی کا فیصلہ نہ کرنا دلیل ظنی سے ثابت ہے۔ اور مصالح وھمیہ سے مراد وہ مصالح ہیں جن میں صلاح وخیر کا وھم پایا جائے لیکن حقیقت میں ان میں ضرر موجود ہو جیسکہ لذت کے لیے مخذرات کا استعمال کرنا جو کہ حقیقت میں نقصان دہ ہے۔[33]

علامہ طاہر بن عاشورؒ نے فسادات، رواداری، فطرت کی رعایت اور آزادی کو شریعت کے عمومی مقاصد میں شمار کیا ہے، مزید بر آں قسم ثانی میں آپؒ نے جن مباحث کو ذکر کیا ہے ان میں شریعت کے عمومی اور عالمگیر ہونے، رُخصت، احکام شرعیہ میں تغیر وتبدل، احکام شرعیہ میں اسماء واشکال کی بجائے معانی واوصاف کی رعایت، احکام شرعیہ کے قیاس کو قبول کرنے، حیل، سد الذرائع اور اُمت پر اجتہاد کے واجب ہونے جیسی ابحاث شامل ہیں۔

القسم الثالث: مقاصد التشريع الخاصة بانواع المعاملات بين الناس

قسم ثالث کا آغاز آپؒ نے مقاصد اور وسائل کی بحث کے ساتھ کیا ہے۔ مقاصد وہ ہیں جو بنفسہ مصلحت یا مفسدہ کو متضمن ہوتے ہیں جبکہ وسیلہ سے مراد وہ طریق ہے جو مقاصد کی طرف لے جائے۔ پھر مقصد جتنا عظیم ہو گا وسیلہ بھی اتنا ہی افضل وعظیم ہو گا۔ اور مقصد جتنا رذیل ہو گا وسیلہ بھی اتنا ہی رذیل ہو گا۔ پھر آپؒ نے حقوق الناس کے مختلف مراتب بیان کیے ہیں[34] علامہ طاہر بن عاشورؒ نے شریعت کے خصوصی مقاصد کو درج ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

i. المقاصد الخاصة باحكام العائلة

ii. المقاصد الخاصة بالتصرفات المالية

iii. المقاصد الخاصة بالمعاملات المنعقدة على الابدان

iv. المقاصد الخاصة بالتبرعات

v. المقاصد الخاصة بالقضاء والشهادة

vi. المقاصد الخاصة بالعقوبات[35]

i) چنانچہ عائلی نظام کی اصلاح کو امت کے مجموع نظام کی اصلاح اور بنیادی اکائی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انتظام امرا لعائلات فی الامة اساس حضارتها وانتظام جامعتها فلذلک کان الاعتناء بضبط نظام العائلة من مقصد الشرائع البشرية كلها۔"[36]

"اُمت کے عائلی معاملات کو منظم کرنا، اس کو مجموعی طور منظم کرنے کی بنیادی اساس ہے، اس لیے عائلی نظام کو منظم کرنے کی طرف توجہ دینا تمام بشری شرائع کے مقاصد میں سے ہے۔"

آپؒ نے احکام عائلہ میں نکاح، نسب، قرابت، مصاہرت اور محرمات سے متعلقہ احکام کے مقاصد و حکم کو بیان کیا ہے۔

ii) تصرفات مالیہ کے مقاصد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان المقصد الأهم هو حفظ مال الامة وتوفيره لها فحصول حفظه يكون بضبط أساليب ادارة عمومه وبضبط اساليب حفظ اموال الافراد واساليب ادارتها فان حفظ المجموع يتوقف على حفظ جزئياته [37]

"بے شک سب سے اہم مقصد اُمت کے مال کی حفاظت اور اس میں اضافہ ہے، پس یہ حفاظت حاصل ہو گی اس کے عمومی ادارے کے اسالیب کو منظم کرنے اور افراد کے اموال کی حفاظت کے طریقوں کو منظم کرنے سے، کیونکہ مجموعی حفاظت موقوف ہے اس کی جزئیات کی حفاظت پر"

پھر فرماتے ہیں:

"والمقصد الشرعی فی الاموال كلها خمسة امور: رواجها ووضوحها وحفظها وثباتها والعدل فيها" [38]

"اموال میں شریعت کا بنیادی مقصد یہ پانچ امور ہیں: اس کا رواج و وضوح ہو، اس کی حفاظت ہو اس کا ثبات ہو، اور اس میں عدل ہو"

رواج سے مراد یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہ ہو بلکہ لوگوں میں گردش کرے، وضوح سے مراد یہ کہ دولت کو ضرر اور خصومات سے حتی الامکان بچانا جیسکہ شریعت نے لین دین کے معاملات میں کتابت، گواہی اور رہن وغیرہ کو مقرر کیا۔ مال کی حفاظت سے مراد یہ کہ کسی کا ناحق مال نہ کھایا جائے۔ مال کے ثبات سے مراد یہ کہ مال کی ملکیت کو اس طرح ثابت کرنا کہ اس میں کوئی خطرہ اور منازعہ نہ ہو اور عدل سے مراد یہ کہ مال کا حصول ظلم کے طریقے پر نہ ہو بایں طور کہ وہ مال مکتسبہ ہو یا مالک نے بالعوض یا ھدیہ کیا ہو یا وراثت میں ملا ہو۔[39] مزید بر آں آپؒ نے تصرفات مالیہ کے باب میں زکوٰۃ، ملکیت کے طرق، ملک اور تکسب، کسب کے جائز و ناجائز طریقوں سے متعلقہ احکام کے مصالح و حکم بھی بیان کیے ہیں۔

iii) اعمال بدنیہ سے متعلقہ معاملات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان الشریعة قصدت من تشریعها فی التصرفات المالیة انتاج الثروة للافراد ولمجموع الامة وقد مضی ان الثروه تتقوم من المتمولات ومن العمل فالعمل أحد ارکان الثروة وآلة استخدام رکنیها الآخرین[40]

"بے شک شریعت کا تصرفات مالیہ میں احکام کا مقصد افراد اور مجموعی طور پر امت کے لیے دولت پیدا کرنا ہے اور ثروت کی بنیاد دو چیزوں اموال اور عمل پر ہے، پس عمل دولت کے ارکان میں سے ہے اور دوسرا اہم آلہ خدمت ہے۔"

اس ضمن میں آپؒ فرماتے ہیں کہ اُمت پر مجموعی طور پر اور ذوی العقول افراد پر خصوصی طور پر لازم ہے کہ ایسے طریقے دریافت کریں جو اصحاب الاموال کے مالوں اور ملازمین کے عمل کے مابین مطابقت قائم کریں اور دونوں گروہ ایک دوسرے سے نفع حاصل کر سکیں[41] مزید برآں آپؒ نے معاملات بدنیہ کے باب میں اجارۃ الابدان، مساقات، مغارسہ، قراض اور مزارعت سے متعلقہ احکام کی حکمت و مصلحت پر روشنی ڈالی ہے۔

iv) عقود التبرعات کی مصلحت و حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عقود التبرعات قائمة علی اساس المواساة بین افراد الامة الخادمة لمعنی الأخوه فهی مصلحة حاجیة جلیة [42]

"تبرعات کے عقود اُمت کے افراد کے مابین باہم مواسات کی اساس پر قائم ہیں اور یہ اخوت و بھائی چارے میں اضافہ کرتے ہیں پس یہ بہت بلند مصلحت حاجیاتی ہے"

اس ضمن میں آپؒ نے صدقہ، ھبہ، عاریہ اور وقف سے متعلقہ احکام کی حکمتوں اور اصول و ضوابط کو بیان فرمایا ہے۔

v) احکام قضاء کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومقصد الشریعة من نظام هیئة القضاء کلها علی الجملة ان یشتمل علی مافیه إعانة علی اظهار الحقوق وقمع الباطل الظاهر والخفی"[43]

"قضاء کے پورے نظام سے شریعت کا مقصد یہ کہ وہ حقوق کے اظہار پر اعانت کرے اور ظاہر و خفی باطل کا قلع قمع کرے"

اس ضمن میں آپؒ نے قاضی کی شرائط و فرائض اور گواہی سے متعلقہ احکام کی حکمتوں کو بیان کیا ہے۔

vi) عقوبات کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فمقصدالشریعة من تشریع الحدود والقصاص والتعزیر واُرُوش الجنایات ثلاثة امور تأدیب الجانی وارضاء المجنی علیه وزجر المقتدی بالجناة"[44]

"شریعت کا حدود، قصاص، تعزیر اور جنایات کو مشروع کرنے کا بنیادی مقصد تین چیزیں ہیں، مجرم کی تأدیب کرنا، جس پر جرم واقع ہوا اس کی رضاء حاصل کرنا اور جرم کی پیروی کرنے والے کی زجر و توبیخ کرنا"

خلاصہ بحث

الغرض علامہ شاطبیؒ کے بعد علم مقاصد شریعت بطور تعلیل بالحکم پر جس شخصیت نے کام کیا اور نئی ابحاث و جہات متعارف کروائیں وہ علامہ طاہر بن عاشورؒ ہیں۔ آپؒ نے اس موضوع پر "مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ کے عنوان سے کتاب تحریر کی۔ کتاب ہذا کو بنیادی طور پر تین اقسام میں منقسم کیا ہے۔ قسم اول میں جن مباحث کو ذکر کیا ان میں، مجتہد کی مقاصد کی پہچان میں احتیاج، مقاصد کے اثبات کے طرق، سلف کا منہج مقاصدی، مقاصد شرعیہ کے مراتب اور احکام کے معلولہ اور غیر معلولہ ہونے کی ابحاث شامل ہیں۔ قسم ثانی کا آغاز مقاصد عامہ کی تعریف کے ساتھ کرتے ہیں پھر شریعت کے عمومی مقاصد فطرت، سماحت، مصلحت کا حصول اور مفسِدہ کا ازالہ، رخصت مساوات اور حُریت وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔ شریعت کے عمومی مقصد مصلحت کی تحصیل اور مفسدہ کے ازالہ کے تحت مصلحت و مفسدہ کا مفہوم، مصالح کی مختلف اقسام مصالح ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ، مصالح قطعیہ، ظنیہ اور وھمیہ، اور مصالح عامہ و خاصہ کو بیان کرتے ہیں۔ قسم ثالث کا آغاز مقاصد خاصہ سے کرتے ہیں جس کے تحت فقہی ابواب مثلاً عائلی زندگی سے متعلق احکام کے مقاصد، تصرفات مالیہ کے مقاصد، احکام قضاء و شہادت کے مقاصد اور عقوبات کے مقاصد وغیرہ ذکر کیے ہیں۔ آپؒ نے شریعت کے عمومی مقاصد کی نئی فہرست مرتب کی اور نئے مقاصد کا اضافہ کیا، مزید بر آں ضروریات خمسہ میں سے ہر ایک مقصد کا مجموعی اور انفرادی پہلو بیان کیا۔ آپؒ کے ان جدید نظریات کے باعث معاصر علماء آپؒ کو فن مقاصد شرعیہ کا امام رابع گردانتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] ابن خوجہ، شیخ محمد حبیب، شیخ الاسلام الامام الاکبر محمد طاہر ابن عاشور، قطر، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، ج:۱، ص:۱۵۳۔

[2] شیخ الاسلام الامام الاکبر محمد طاہر ابن عاشور، ج:۱، ص:۱۵۴۔

[3] ایضاً، ص:۱۵۵، ۱۵۶۔

[4] الاعلام للنزرکلی، ج:۳، ص:۲۸۹ / ایضاً، ج:۶، ص:۱۶۲۔ / محمد محفوظ، تراجم المؤلفین التونسیین، دار لغرب الاسلامی، الطبعۃ الاولیٰ، 1984م، ج:۳، ص:۱۹۸، ۲۹۱، ۳۱۳۔

[5] شیخ الاسلام الامام الاکبر محمد طاہر بن عاشور، ج:۱، ص:۳۱۸، ۳۲۳، ۳۲۸، ۴۰۸، ۶۷۱۔ / الاعلام للنزرکلی، ج:۶، ص:174۔

[6] شیخ السلام الامام الاکبر محمد طاہر بن عاشور، ج:۱، ص:۱۶۹۔ / الاعلام للنزرکلی، ج:۶، ص:۱۷۴۔

[7] ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۱۷۶۔

[8] ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۱۸۳، ۱۸۴۔

[9] ایضاً، ص:۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴۔

[10] ایضاً، ص:۲۳۵، ۲۳۷۔

[11] ایضاً، ص:۲۴۰، ۲۴۱۔

[12] ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۲۴۶، ۲۴۷۔

[13] ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۲۵۱۔

[14] ایضاً، ص:۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۵۔

[15] ایضاً، ص:۲۶۵۔

[16] ایضاً، ص:268۔

[17] ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۲۷۶۔

[18] ایضاً، ص:۲۷۸۔

[19] ایضاً، ص:۲۷۹۔

[20] ایضاً، ص:۲۹۲۔

[21] ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۳۰۰۔

[22] ایضاً

[23] ایضاً، ص:301۔

[24] ایضاً، ص:302۔۔

[25]ایضاً، ص:303۔

[26]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:303۔

[27]ایضاً، ص:۳۰۴۔

[28]ایضاً

[29]ایضاً، ص:۳۰۴، ۳۰۵۔

[30]ایضاً، ص:۳۰۶۔

[31]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۳۰۷۔

[32]ایضاً، ص:۳۱۳، ۳۱۴۔

[33]ایضاً، ص:۳۱۴، ۳۱۵۔

[34]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۴۱۳، ۴۲۳۔

[35]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ۴۳۰، ۴۵۰، ۴۷۹، ۴۸۷، ۴۹۵، ۵۱۵۔

[36]ایضاً، ص:۴۳۰۔

[37]ایضاً، ص:۴۵۵۔

[38]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۴۶۴۔

[39]بن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۴۶۴، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۷۔

[40]ایضاً، ص:۴۷۹۔

[41]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۴۸۰۔

[42]ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۴۸۷۔

[43]بن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ۴۹۸۔

[44]ایضاً، ص:۵۱۶۔